قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر ابوسعید

Online Edition

بدھ 12 جنوری 2022ء | 08 جمادی الثانی 1443 ہجری قمری | 12 صلح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:10

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّ اُنۡثٰى وَ جَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۴﴾

(الحجرات:14)

ترجمہ: اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

بعض لوگ خاندانوں اور ذاتوں اور شکلوں وغیرہ کے مسئلے میں الجھ جاتے ہیں اور پھر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر ان مسئلوں میں اس طرح الجھتے ہیں تو پھر لڑکیوں کے رشتے طے کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ تو یہ ذاتیں وغیرہ بھی اب چھوڑنی چاہئیں۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

’’یہ جو مختلف ذاتیں ہیں یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کے لئے ذاتیں بنائی ہیں اور آج کل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ہی مشکل ہے۔ متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کی کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے‘‘ تو پھر ان چیزوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔

(خطبات مسرور جلد دوم۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 24 دسمبر 2004ء)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دین دار اور بااخلاق شخص سے رشتہ کرو

حضرت ابو حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسا رشتہ لے کر آئے جس کی دین داری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دے دیا کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ سوال کرنے والے نے سوال کرنا چاہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ یہی فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی شخص رشتہ لے کر آئے جس کی دین داری اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دیا کرو۔

(ماخوذ از ترمذی کتاب النکاح باب ماجاءکم من ترضون دینه)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

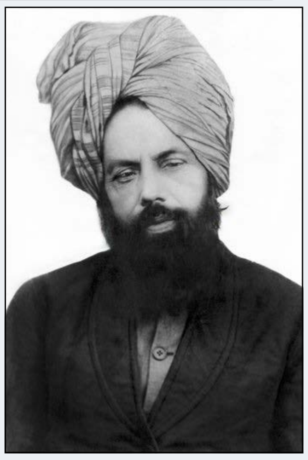

ایک بد رسم کا ذکر

ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکام شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہیے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) یعنی تم میں سے خداتعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیز گار ہے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 46 ایڈیشن 1984ء)

اس شمارہ میں

آج اشکوں کا تار ٹوٹ گیا (منظوم)
احکام خداوندی (قسط نمبر 25)
ارشادات حضرت مسیح موعودؑ
ارشاداتِ نور

دربارِ خلافت

خدا تعالیٰ نے تو کفار کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر ایک روایت **حضرت مولوی محمد عبدالعزیز صاحبؓ ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب** کی ہے۔ ان کا بیعت کا سن 1904ء ہے۔ کہتے ہیں قبل اس کے کہ میں اپنی بیعت اور چشم دین حالات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کروں، ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے والد صاحب مرحوم جناب مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب مغفور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان کروں۔ (ان کے واقعات بھی بڑے دلچسپ ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا امتحان لینے کی کوشش کی تھی اور پھر جب ہر طرح سے تسلی ہوگئی تو پھر انہوں نے بیعت کی تھی۔ بہرحال کہتے ہیں) کیونکہ آپ نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور آپ کے بہت سے چشم دید واقعات تھے جو قلمبند نہیں ہو سکے اور آپ رخصت فرما گئے (یعنی وفات پا گئے) لہٰذا ضروری ہوا کہ حسب مقولہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ۔ (اور فارسی میں کہتے ہیں کہ) وَچیزے کہ پدر تمام نہ کُند پسر ش تمام کُند۔ (یعنی کہ جو کام باپ نہیں کر سکا وہ بیٹا مکمل کرے)۔ وہ حالات بیان کر دوں۔ تو کہتے ہیں بہرحال جناب والدم بزرگوار مولوی محمد عبداللہ صاحب ساکن موضع بھینی ڈاکخانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ اہل حدیث خیال کے تھے اور قوم کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے اُن کو انجمن اہل حدیث کا ڈپٹی کمشنر تجویز کیا ہوا تھا۔ اُس علاقے میں یہ بہت بڑے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور ان کی نمائندگی کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں آپ کی شہرت کی وجہ سے موضع تھے غلام نبی ضلع گورداسپور والوں نے جو اہلحدیث تھے، آپ کو اپنے پاس بلایا اور انہوں نے ذکر کیا کہ ہمارے قریب ایک قصبہ قادیان ہے جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب رہتے ہیں اور الہام کے مدعی ہیں اور انہوں نے ایک لڑکے کے متعلق پیشگوئی کی ہوئی ہے جو پوری نہیں ہوئی۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور ازاں بعد ایک لڑکا پیدا ہوا (یہ پیشگوئی مصلح موعود کا ذکر کر رہے ہیں۔ غیر احمدی مولویوں نے ان کو کہا کہ پہلے تو لڑکی پیدا ہوئی اور پھر لڑکا پیدا ہوا جو کچھ دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ چلو ایسے شخص سے چل کر مناظرہ کیا جائے۔ (ان کے نزدیک یہ الہام وغیرہ یا وحی وغیرہ نہیں ہو سکتی تھی جس کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی۔ تو ان کو بلایا گیا کہ چلیں مناظرہ کریں۔) چنانچہ آپ ان دنوں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ نہ تھا صرف الہام کا سلسلہ جاری تھا اور حضور کتاب براہین احمدیہ لکھ رہے تھے قادیان میں تشریف لائے۔ (ان کے والد جن کا یہ ذکر کر رہے ہیں) اور حضور سے پیشگوئی مذکورہ بالا کے متعلق بھی گفتگو ہوئی (یعنی پیشگوئی مصلح موعود کے بارے میں گفتگو ہوئی۔) اور سوال کیا کہ اگر آپ کے الہامات صحیح ہوتے تو لڑکے والی پیشگوئی کیوں پوری نہ ہوتی۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی پھر لڑکا پیدا ہوا اور وہ بھی مر گیا۔ کیا یہ پیشگوئیاں اسی قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ تو کہتے ہیں میرے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے متعلق کوئی پیشگوئی فرمائی تھی؟ تو مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حج کے بارے میں پیشگوئی ہے، تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر فرمایا کیا پھر وہ اسی سال ہی پوری ہو گئی تھی اور آپ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے واپس تشریف لے آئے تھے؟ تو اس پر ان کے والد مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اُس سال حج نہ ہوا تھا تو اُس سے اگلے سال تو ہو ہی گیا تھا۔ حضرت صاحب نے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے) کہا کہ مَیں نے کب کہا تھا کہ اسی سال لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پوری ہو گی اور ضرور پوری ہو گی، خواہ کسی سال ہی پوری ہو کیونکہ اس کا ایک عرصہ ہے۔ (معین ایک سال تو نہیں تھا، اس کا عرصہ بتایا گیا تھا۔) اس پر سلسلہ کلام ختم ہوا اور مولوی صاحب نے کوئی نیا سوال نہ کیا۔ مگر اس اعتراض پر اُن کا اصرار رہا کہ آپ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ (لیکن بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے بعد اپنے اشتہار جو 22/مارچ 1886ء میں دیا تھا اُس میں حد بندی بھی کر دی تھی کہ وہ موعود نو برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی ایک اشتہارات میں اُس کا ذکر بھی فرمایا تھا۔ بہرحال یہ خود ہی آگے کہتے ہیں کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی یا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی پیدا ہوئے۔ پھر آگے ذکر کرتے ہیں کہ) چونکہ مولوی صاحب موصوف (یعنی ان کے والد جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بحث کرنے آئے تھے) علوم عربی و فارسی میں یدِطولیٰ رکھتے تھے اور علوم صرف ونحو، منطق، بدیعی، بیان وغیرہ میں لاثانی انسان تھے، اپنے علم کے خیال میں اس نکتۂ معرفت اور جواب باصواب سے انہوں نے کوئی استفادہ نہ کیا، (یعنی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بحث ہوئی تھی، اُس سے وہ کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکے) اور یہ سچ ہے کہ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا۔ کہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اُس وقت آپ انکار پر مصر رہے۔ (وہیں انکار پر اصرار کرتے رہے۔) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات نہیں مانی۔ حضور نے آپ کے علم کا موازنہ فرما کر اپنی کامل مہربانی سے آپ کو یہ بھی فرمایا (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ آپ صاحب علم آدمی ہیں تو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) کہ مولوی صاحب! مَیں نے ایک کتاب بنام براہین احمدیہ مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں لکھی ہے اور اس میں دس ہزار روپے کا چیلنج بھی دیا ہے جو آجکل طبع ہونے والا ہے۔ اگر آپ یہاں ٹھہر جائیں اور طباعت کے لئے اس کے پروف دیکھ لیا کریں تو بہت اچھا ہو، اس کا حق الخدمت بھی آپ کو دیا جائے گا۔ (جو بھی اجرت بنتی ہے) یہ مولوی عبدالعزیز صاحب اپنے والد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ افسوس کہ آپ نے اُسے تسلیم نہ کیا اور خالی واپس چلے گئے اور اسی انکار پر قریباً پندرہ سولہ برس گزر گئے۔ مگر (تسلیم نہ کیا۔ لیکن ہمیشہ یہ ہوتا تھا کہ) آپ کی فطرت میں بہرحال ایک نیکی تھی۔ کہتے ہیں کہ سعادت بھی تھی فطرت میں اور نیکی بھی تھی۔ جب کوئی شخص حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گالی دیتا یا توہین سے یاد کرتا تھا تو آپ اُسے روکتے اور فرماتے کہ خدا تعالیٰ نے تو کفار کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا ہے۔ پس یہی یا بعض اور خوبیاں تھیں جو آپ کے وجود میں تھیں اور آپ کی ہدایت کا موجب ہوئیں۔

(خطبہ جمعہ 19/ اکتوبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج اشکوں کا تار ٹوٹ گیا

آج اشکوں کا تار ٹوٹ گیا
رشتۂ انتظار ٹوٹ گیا

یوں وہ ٹھکرا کے چل دیے گویا
اک کھلونا تھا پیار ٹوٹ گیا

رویا رہ رہ کے ہچکیاں لے کر
سازِ غم بار بار ٹوٹ گیا

آپ کی بے رخی کا شکوہ کیا
دل تھا ناپائیدار ٹوٹ گیا

دیکھ لی دل نے بے ثباتئ گل
پھر طلسم بہار ٹوٹ گیا

سیف! کیا چار دن کی رنجش سے
اتنی مدت کا پیار ٹوٹ گیا

سیف الدین سیف

قدسیہ نور والا۔ ناروے

احکام خداوندی

قسط نمبر 25

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے بند کرتا ہے۔‘‘

(کشتی نوح)

اخلاقیات
(دسواں اور آخری حصہ)

کسی پر اللہ کا فضل دیکھ کے حسد کی ممانعت

•اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا

(النساء: 55)

کیا وہ اس پر لوگوں سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ تو یقیناً آلِ ابراہیم کو بھی ہم کتاب اور حکمت عطا کر چکے ہیں اور ہم نے انہیں ایک بڑی سلطنت عطا کی تھی۔

•وَدَّ کَثِیۡرٌ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَوۡ یَرُدُّوۡنَکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِکُمۡ کُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِہِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡحَقُّ ۚ فَاعۡفُوۡا وَ اصۡفَحُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(البقرہ: 110)

اہل کتاب میں سے بہت سے ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ کاش تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد (ایک دفعہ پھر) کفار بنا دیں، بوجہ اس حسد کے جو اُن کے اپنے دلوں سے پیدا ہوتا ہے (وہ ایسا کرتے ہیں) بعد اس کے کہ حق ان پر روشن ہو چکا ہے۔ پس (اُن سے) عفو سے کام لو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ ظاہر کر دے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

•وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

(الفلق: 6)

اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

معاملات میں مشورہ کرنے کی تلقین

•فَبِمَا رَحۡمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنۡتَ لَہُمۡ ۚ وَ لَوۡ کُنۡتَ فَظًّا غَلِیۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِکَ ۪ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ وَ شَاوِرۡہُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ

(آل عمران: 160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تو تندخو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے درگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مومنوں کو خفیہ مشورے کی ممانعت لیکن نیکی کے مشورے کی اجازت

•یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ فَلَا تَتَنَاجَوۡا بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ وَ تَنَاجَوۡا بِالۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ

(المجادلہ: 10)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم باہم خفیہ مشورے کرو تو گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر مبنی مشورے نہ کیا کرو۔ ہاں نیکی اور تقویٰ کے بارہ میں مشورے کیا کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے حضور تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

•لَا خَیۡرَ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰىہُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۭ بَیۡنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

(النساء: 115)

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی کی بات نہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی صدقہ یا معروف کی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے۔ اور جو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش میں ایسا کرتا ہے تو ضرور ہم اسے ایک بڑا اجر عطا کریں گے۔

رسول سے مشورہ کرنے سے قبل صدقہ دینا

•یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقَۃً ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ اَطۡہَرُ ؕ فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(المجادلہ: 13)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے (کوئی ذاتی) مشورہ کرنا چاہو تو اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دیا کرو۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ پس اگر تم (اپنے پاس) کچھ نہ پاؤ تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

صدقہ نہ دینے کی صورت میں اللہ کی اطاعت اور عبادت کا حکم

•ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمۡ فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ

(المجادلہ: 14)

کیا تم (اس بات سے) ڈر گئے ہو کہ اپنے (ذاتی) مشوروں سے پہلے صدقات دیا کرو۔ پس جب تم ایسا نہ کرسکو جبکہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے تو نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اللہ اُس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم

•یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا

(النساء: 2)

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے

•قُلۡ یٰعِبَادِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ ہٰذِہِ الدُّنۡیَا حَسَنَۃٌ ؕ وَ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَہُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ

(الزمر: 11)

تُو کہہ دے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اُن لوگوں کے لئے جو احسان سے کام لیتے ہیں اس دنیا میں بھی بھلائی ہوگی اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ یقیناً صبر کرنے والوں ہی کو بغیر حساب کے ان کا بھرپور اجر دیا جائے گا۔

•وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ مَا خَلۡفَکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ

(یٰس: 46)

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اُن امور میں جو تمہارے سامنے ہیں اور ان میں بھی جو تمہارے پسِ پشت ہیں تا کہ تم رحم کئے جاؤ (تو وہ توجہ نہیں دیتے)۔

دس حصوں پر مبنی انسانی اخلاقیات پر قرآنی احکام کا موضوع آج ختم ہوتا ہے۔ خدا ہمیں بار بار اسے پڑھنے، یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے اور پھیلانے کی توفیق دے آمین اَللّٰھُمَّ آمین۔

(700 احکام خداوندی از حنیف محمود)

سید عمار احمد

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ
بابت مختلف ممالک وشہر
قسط 16

ارشادات برائے پنجاب

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ کے دو معنے ہیں۔ایک تو وہ علماء جن کو آسمان سے حصہ نہیں ملا۔وہ زمین کے کیڑے ہیں۔دوسرے دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ سے مراد طاعون ہے۔دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ (سبا:15) قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب تک انسان میں روحانیت پیدا نہ ہو یہ زمین کا کیڑا ہے اور طاعون کی نسبت بھی سب نبیوں نے پیشگوئی کی تھی مسیح کے وقت پھیلے گی۔تُكَلِّمُهُمۡ، تکلیم کاٹنے کو بھی کہتے ہیں۔اور خود قرآن شریف نے ہی فیصلہ کر دیا ہے۔اس سے آگے لکھ دیا ہے کہ وہ اس لیے لوگوں کو کھائے گی کہ ہمارے مامور پر ایمان نہیں لائے۔

یہ غور کرنے کے مقام ہیں۔اب زمانہ قریب آ گیا ہے اور لوگ سمجھ لیں گے۔طاعون بڑا بھاری کتب مقدسہ اور احادیث میں مسیح موعود کا نشان ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی ہوئی تھی۔خدا تعالیٰ نے مجھے جو کچھ طاعون کی نسبت فرمایا ہے۔اسے میں نے مفصل لکھ دیا ہے۔یہ میرا نشان ہے۔جس قدر اس کا تعلق پنجاب سے ہے دوسرے حصہ ملک سے نہیں ہے۔یہ اس لیے کہ اصل جڑ اس کی پنجاب میں مخفی ہے۔سہارنپور وغیرہ میں جو لوگ اس سلسلہ کو بری نظر سے دیکھتے ہیں۔اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی طرف سے تکفیر کا فتویٰ تیار ہوا ہے اور پنجاب والوں نے پیش دستی کی ہے اور تہمتیں لگا کر بدنام کیا ہے۔مگر اب جو یہ بلا آئی ہے۔سوچ کر دیکھو تو دشمن اسی طریق سے مانے گا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو یہ خیال کرتے ہو کہ وہ زمین میں دفن ہوئے اور حضرت عیسٰی کی نسبت یہ عقیدہ کہ وہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور پھر یہ کہ مسیح مردے زندہ کرتے تھے اور وہ خالق تھے انہوں نے پرندے بنائے یہاں تک کہ لاکھوں کروڑوں پرندے اب بھی موجود ہیں۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 248 ایڈیشن 2016ء)

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ٹیکہ بھی علاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حفاظت ہے تو پھر مرہم عیسیٰ اور جدوار کا استعمال کیوں بتلایا ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ:۔

جو علاج اللہ تعالیٰ بتلاوے وہ تو اسی حفاظت میں داخل ہے کہ اس نے خود ایک طریق حفاظت بھی ساتھ بتلا دیا اور انشراح صدر سے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں۔لیکن اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو ہم کو اس کا حکم کیا جاتا اور پھر دیکھتے کہ سب سے اول ہم ہی کرواتے اگر خدا تعالیٰ آج ہی بتلا دیوے کہ فلاں علاج ہے یا فلاں دوا مفید ہے تو کیا ہم اسے استعمال نہ کریں گے؟ وہ تو نشان ہوگا۔پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے اگر ہم عوام الناس کی طرح ٹیکہ کراویں تو خدا پر ایمان نہ ہوا۔پہلے یہ توفیصلہ کیا جاوے کہ آیا ہم نے 22 برس پہلے طاعون کی اطلاع دی کہ جس وقت طاعون کا نام ونشان نہ تھا اور پھر ہر 5 برس کے بعد اس کے متعلق ضرور کوئی نہ کوئی خبر دی جاتی رہی ہے پھر پنجاب کے متعلق خبر دی حالانکہ اس وقت کوئی مقام اس میں مبتلا نہ تھا۔پھر ایک دم پنجاب کے 23 ضلعوں میں پھیل گئی۔وہ تمام کتابیں جن میں یہ بیان ہیں خود گورنمنٹ کے پاس موجود ہیں۔اگر ٹیکہ میں کوئی خیر ہوتی تو خدا خود ہمیں بتلاتا اور ہم اس وقت سب سے پہلے ٹیکہ لگوانے میں اول ہوتے مگر جب کہ گورنمنٹ نے اختیار دیا ہے تو یہ اختیار گویا خدا ہی نے ہمیں دیا ہے کہ جبراً اٹھوا دیا۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 262 ایڈیشن 2016ء)

پھر حضرت اقدسؑ نے نواب محمد علی خان صاحب سے طاعون کا حال مالیر کوٹلہ کی طرف دریافت فرمایا۔نواب صاحب نے جواب دیا کہ کچھ شروع ہے مگر کم۔اب کے دفعہ رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ ہفتہ کی نسبت سے اس ہفتہ کل ہندوستان میں تو کم ہے مگر خاص پنجاب میں بہت ترقی پر ہے

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

"پنجاب ہی بگڑا ہوا ہے کوئی اس کا سر تو دریافت کرے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 258 ایڈیشن 2016ء)

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔قاضی خواجہ علی صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے ان کو کہا تھا کہ قادیان چلو۔

فرمایا:۔اگر وہ یہاں آ جاوے تو اس کو اصل حالات معلوم ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی تعداد زیادہ بڑھ گئی ہے۔اگر شبہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کرکے ہماری جماعت کی الگ مردم شماری کرا لیں۔براہین احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ۔وَانۡتَهٰى اَمۡرُ الزَّمَانِ اِلَيۡنَا۔اَلَيۡسَ هٰذَا بِالۡحَقِّ۔اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہے یا نہیں۔گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں جو میموریل ستمبر 1899ء میں بھیجا گیا تھا۔اس میں صاف اس امر کی پیشگوئی ہے کہ یہ جماعت تین سال میں ایک لاکھ ہو جائے گی اور وہ پوری ہوگئی۔بہت سے لوگ ایسے ضعفاء وغرباء میں سے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں مگر آ نہیں سکتے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 22 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے۔یہ کل دنیا کے لئے مامور ہو کر آئی ہے اور اپنے اپنے وقت پر ہر جگہ پھرے گی۔اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔بعض وقت لوگ ان وجوہات کو نہیں سمجھ سکتے۔لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور ایماء سے ہو رہا ہے۔اب اس کے وجوہ موٹے ہیں۔بائیس برس پہلے خدا نے براہین میں مجھے اس کی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہا۔یہاں تک کہ جب ابھی پنجاب کے دو ضلعوں میں تھی تو اس نے مجھے بتایا کہ کل پنجاب اس کے اثر سے متاثر ہو جائے گا۔اس وقت لوگوں نے اس پر ہنسی کی۔مگر اب بتائیں کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہوا؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر ہماری جماعت جو دن رات نشانات کو دیکھتی ہے اسے چاہیے کہ اپنی تبدیلی کرے۔جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ڈرنے والے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سونٹا اٹھایا جاوے تو اس سے بھیڑ، بکری، کتا، بلی سب ڈرتے ہیں۔انسان کی اس میں کونسی خوبی ہے۔یہ تو اس حالت میں ان سے جا ملا۔ورنہ اس کی دانشمندی اور دوربینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔بعض گاؤں میں سخت تباہی ہو چکی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر مقفل ہو گئے۔جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھا جانے والی آگ کی طرح ہوتی ہے۔ایک بار بلاد شام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کر دی تھی۔یہ بڑی خطرناک بلا ہے۔اس سے بے خوف ہونا نادانی ہے۔حقیقی ایمان ایک موت ہے۔جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے۔دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 24-25 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

پھر آریوں کے مقابل میں ایک نشان مجھے دیا گیا جو لیکھرام کے متعلق تھا وہ اسلام کا دشمن تھا اور گندی گالیاں دیا کرتا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا۔یہاں قادیان آیا اور اس نے مجھ سے نشان مانگا میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی۔چنانچہ میں نے اس کو شائع کر دیا اور یہ کوئی مخفی بات نہیں کل ہندوستان اس کو جانتا ہے کہ جس طرح قبل از وقت اس کی موت کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا تھا اسی طرح وہ پورا ہو گیا۔اس کے علاوہ اور بہت سے نشانات ہیں جو ہم نے اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں اور اس پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا خدا تھکنے والا خدا نہیں وہ تکذیب کرنے والوں کے لیے ہر وقت طیار ہے میں نے پنجاب کے مولویوں اور پادریوں کو ایسی دعوت کی ہے کہ وہ میرے مقابل میں آ کر ان نشانات کو جو ہم پیش کرتے ہیں فیصلہ کر لیں۔اگر ان کو نہ مانیں تو دعا کر سکتا ہوں اور اپنے خدا پر یقین رکھتا ہوں کہ اور نشان ظاہر کر دے گا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ صدق نیت سے اس طرف نہیں آتے بلکہ لیکھرامی حملے کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کسی کی حکومت کے نیچے نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ208ایڈیشن 2016ء)

ایک سوال پر فرمایا کہ:۔

خدا کے پاک کلام قرآن کو ناپاک باتوں سے ملا کر پڑھنا بے ادبی ہے وہ تو صرف روٹیوں کی غرض سے ملاں لوگ پڑھتے ہیں اس ملک کے لوگ ختم وغیرہ دیتے ہیں تو ملاں لوگ لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں کہ شوربا اور روٹی زیادہ ملے۔وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِيۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا(البقرۃ:42) یہ کفر ہے۔جو طریق آج کل پنجاب میں نماز کا ہے میرے نزدیک ہمیشہ سے اس پر بھی اعتراض ہے۔ملاں لوگ صرف مقررہ آدمیوں پر نظر کر کے جماعت کراتے ہیں ایسا امام شرعاً ناجائز ہے۔صحابہؓ میں کہیں نظیر نہیں ہے کہ اس طرح اجرت پر امامت کرائی ہو۔پھر اگر کسی کو مسجد سے نکالا جاوے تو چیف کورٹ تک مقدمہ چلتا ہے۔یہاں تک کہ ایک دفعہ ایک ملاں نے نماز جنازہ کی 6 یا 7 تکبیریں کہیں۔لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا کہ یہ کام روزمرہ کے محاورہ سے یاد رہتا ہے کبھی سال میں ایک آدمی مرتا ہے تو کیسے یاد رہے جب مجھے یہ بات بھول جاتی ہے کہ کوئی مرا بھی کرتا ہے تو اس وقت کوئی میت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک ملا یہاں آ کر رہا۔ہمارے میرزا صاحب نے اسے محلے تقسیم کر دیئے ایک دن وہ روتا ہوا آیا کہ مجھے جو محلہ دیا ہے۔اس کے آدمیوں کے قد چھوٹے ہیں اس لیے ان کے مرنے پر جو کپڑا ملے گا اس سے چادر بھی نہ بنے گی۔

اس وقت ان لوگوں کی حالت بہت ردی ہے صوفی لکھتے ہیں کہ مردہ کا مال کھانے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ304ایڈیشن 2016ء)

بقیہ صفحہ 10 پر

مرسلہ: فائقہ بشریٰ

ارشاداتِ نور

قسط 2

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

اَلْقَوْلُ الْفَصِيحُ فِي تَأْيِيدِ الْمَسِيحِ

آج مجھے ایک نہایت ہی لطیف سوال اور اس کا نہایت ہی لطیف جواب پہنچا ہے چونکہ وہ ایک علم اور معرفت کا نکتہ ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کروں۔ وھو ھذا

حضرت ام المؤمنین نے حضرت اقدسؑ سے آپ کی زندگی میں یہ سوال کیا کہ ہم لوگ آپ کے واسطے آپ کی زندگی میں اور بعد الموت کس رنگ میں دعا کریں؟

نفس سوال ہی کس شان کا ہے؟ صاحب ذوق لوگ اس کو خوب سمجھتے ہیں مگر اس کے جواب سے جس ایمان اور صداقت کا ثبوت ملتا ہے وہ نہایت ہی پر ذوق اور وجد انگیز ہے۔

اس سوال کے جواب میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ میرے واسطے جب جب بھی کوئی دعا کرے تو ان الفاظ میں کرے کہ جب نبی کریمؐ کے واسطے دعا کرے اور آپؐ پر درود بھیجے تو ہمارے واسطے بھی ان الفاظ میں اللہ جلّشانہ کے حضور التجا کرے کہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى خُلَفَآءِ مُحَمَّدٍ

اب ظاہر ہے کہ اس میں حضرت اقدسؑ نے اپنا نام یا کوئی اور خصوصیت نہیں کی بلکہ صرف خلفائے محمدؐ کے واسطے دعا کا ارشاد فرمایا۔ غور کرنے والے دل اور ایک پاک دل اور خدا ترس متقی انسان کے واسطے صرف یہی ایک امر آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر (نعوذ باللہ) آپ کے یہ تمام دعاوی از خود ساختہ اور افترا ہی ہوتے تو آپؑ ان الفاظ میں دعا کرنے کے واسطے ہرگز ہرگز نہ فرماتے بلکہ نام وغیرہ کی خصوصیت کی قید ضرور لگاتے۔ پس موجودہ صورت جواب اس امر کی ایک روشن دلیل ہے کہ حضرت اقدسؑ کو اپنے مامور من اللہ اور خلیفۃ اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہونے کا یقین کامل تھا اور آپؑ کو پورا وثوق اور بصیرت حاصل تھی کہ آپ کا نام آسمان پر خدائی دفتر میں خلیفۃ اللہ اور خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم درج ہے اور ضروری ہے کہ جب کوئی مومن صدقِ دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے گا تو آپؑ کو ان دعاؤں کا اثر ضرور پہنچے گا۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 11-12)

قابل قدر دلی ایمان ہے

ملک عادل شاہ صاحب نے ترنگ زئی سے مجھے خط لکھا کہ حضرت خلیفہ صاحب اپنے نام کے ساتھ لفظ احمد لکھا کریں تو خوب ہو۔ (یعنی نور الدین احمد) فرمایا۔

آجکل یہ رواج ہے کہ لوگ اس طرح کے ناموں کے ساتھ لفظ احمد بڑھا دیتے ہیں یعنی سراج الدین احمد وغیرہ اور کوئی لکھ دے تو میں اس کو برا نہیں مناتا۔ لیکن میرے نزدیک یہ صرف ظاہری باتیں ہیں ان کی ضرورت نہیں۔ میرے لیے وہ ایمان کافی ہے جو میرے دل میں ہے اور خود لفظ نور الدین اپنے معنوں میں بہت بڑا لفظ ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 26)

فضیلت کی نسبت بحث فضول ہے

میں نے ایک دفعہ خواب میں حضرت علیؓ کو دیکھا ان سے عرض کیا کہ فضیلت کے جھگڑے نے اسلام کو جو صدمے پہنچائے ہیں وہ کم نہیں۔ اصل معاملہ کیا ہے؟ فرمانے لگے ہر شخص کا جناب الٰہی سے دلی تعلق ہوتا ہے اسی لحاظ سے فضیلت ہوتی ہے مگر یہ تعلق ایسا مخفی راز ہے کہ سوا اس ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ پس اس امر کی نسبت بحث ہی فضول ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 97-98)

خاص مسئلہ کے ساتھ نصیحت کی عام بات

فرمایا۔ قرآن کریم میں خاص مسئلہ کے ساتھ ایک عام بات نصیحت کی بھی ضرور ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کہ جسے اس خاص مسئلہ کی ضرورت نہیں وہ بھی قرآن سننے میں دلچسپی لے سکے۔ مثلاً طلاق کے مسئلہ میں وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:3-4)۔ فقہاء کے باب کی طرح نہیں کہ جو ایک ہی مسئلہ چلا جائے اور کسی مسافر یا غیر مسلم وغیرہ کو کسی قسم کی نصیحت حاصل نہ ہو۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 120)

آنحضرتؐ کی اطاعت قرآن

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ (الطلاق:2) پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریمؐ جب اپنی ازواج پر ناراض ہوئے تو خود گھر سے نکل گئے مگر ان کو نہیں نکالا۔ قرآن کریم کی اس درجہ کی اطاعت دیکھ کر نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 120)

بڑی عمر میں حفظ قرآن

ایک شخص یہاں آیا جو میری محبت سے معمور نظر آتا تھا میں نے اسے پوچھا تو اس نے کہا۔ آپ نے ایک دفعہ درس میں فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص قُلْ هُوَ اللّٰهُ جتنا قرآن ہر روز یاد کرے تو 7 سال میں حافظ ہو جائے۔ میں نے

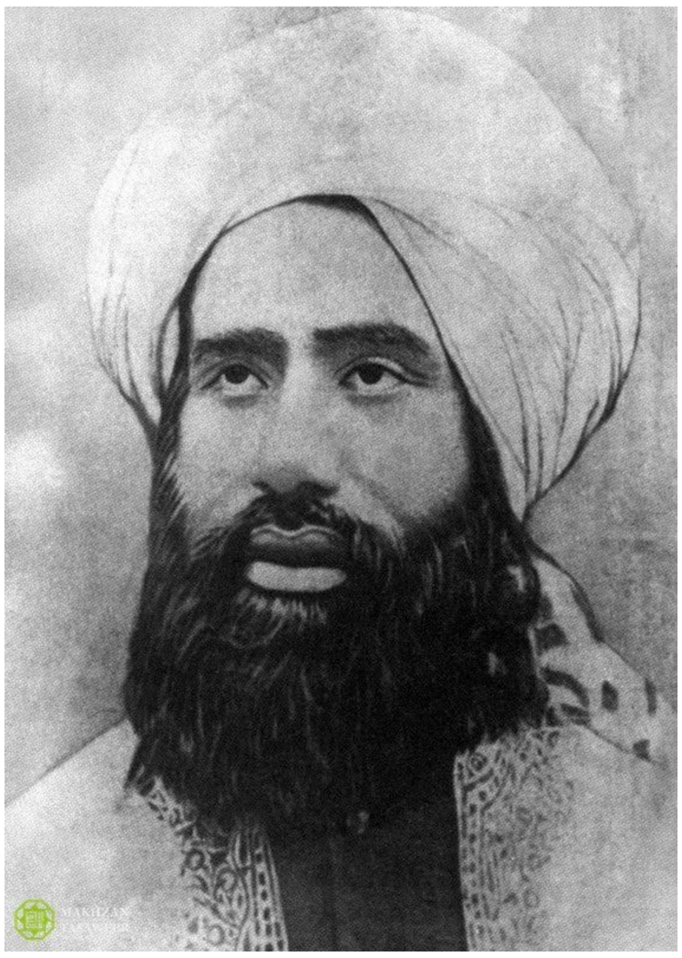

اس پر عمل شروع کیا۔ اب ستائیسواں پارہ حفظ کرتا ہوں۔ دیکھو ہماری بات ضائع نہ گئی۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 184)

اعتداء فی الدعا کی تین اقسام

اعتداء فی الدعا کی تین قسم ہے۔ ایک چلا کر دعا مانگنا اس لیے فرمایا۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (الاعراف:56)۔ دوم۔ ایسی طرز کی دعا جو قرآن مجید و سنت نبوی کے خلاف ہو مثلاً ایک شخص جو عہد نبوی میں دعا کر رہا تھا۔ اے خدا مجھے بہشت نصیب کر اور اس میں ایسے مکان ہوں۔ نبی کریمؐ نے اسے منع فرمایا کہ تو جنت الفردوس مانگ لے۔ ایسا ہی اس قسم کی دعائیں کہ مجھے خدا بنا دے یا عورت بنا دے وغیرہ۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدود کی پرواہ نہ کرنا اور دعا ہی کئے جانا۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 193)

سب سے بڑا گناہ

فرمایا کہ گناہ تو ہر وقت کا برا ہے۔ مگر وہ گناہ سب سے برا ہے کہ جب کوئی مامور اصلاح کے لیے آیا ہو تو اس کی اصلاحوں کی مخالفت کی جاوے۔ وہ وقت خاص طور پر توجہ الٰہی کا ہوتا ہے۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف:57)

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 193)

اپنے اخلاق درست کرو

فرمایا۔ انسان کے اپنے ہی اخلاق موجب بہشت یا موجب دوزخ ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے اخلاق کو درست کر لیتا ہے وہ بہت ہی سکھی رہتا ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 227)

فقہی کارنر

طاعون زدہ علاقہ میں جانے کی ممانعت

ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرے اہل خانہ اور بچے ایک ایسے مقام میں ہیں جہاں طاعون کا زور ہے۔ میں گھبرایا ہوا ہوں اور وہاں جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا:

’’مت جاؤ۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ:196) پچھلی رات کو اٹھ کر ان کے لئے دعا کرو۔ یہ بہتر ہوگا بہ نسبت اس کے کہ تم خود جاؤ۔ ایسے مقام پر جانا گناہ ہے۔‘‘

(الحکم 24/ اپریل 1902ء صفحہ 8)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ڈاکٹر فضل الرحمن بشیر۔ مورو گورو، تنزانیہ

یونانی فلسفے کے مسلمان مفکرین پر گہرے اثرات اور نظریۂ وحدت الوجود کا تدریجی ارتقاء

(قسط اول)

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
(غالب)

نظریہ وحدت الوجود حلول کی ایک بگڑی ہوئی یا ترقی یافتہ شکل ہے۔حلول کا مطلب ہے دو اشیاء کا آپس میں اس طرح مدغم ہو جانا کہ کوئی فرق باقی نہ رہے۔صوفیانہ اصطلاح میں روح خداوندی کا انسانی وجود میں سرایت کر جانا کہ ثنویت باقی نہ رہے حلول کہلاتا ہے۔چونکہ یہ تصور اسلام کے نظریۂ توحید سے کلی متصادم اور مخالف ہے اس لئے اسے مسلمانوں میں پذیرائی نہ مل سکی بلکہ اسے پوری شدت کے ساتھ رد کر دیا گیا۔اس ماحول کے باوجود حضرت محی الدین ابن عربی نے اسے ایسی مغالطہ آفرینی اور پُرکشش اصطلاحات کے ساتھ پیش کیا کہ صوفیاء نے وحدت الوجود کو اسلام میں تصور توحید کی اصل شکل اور روح قرار دے کر قبول کر لیا۔صدیوں سے اس پر بحث جاری ہے۔اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اس کے متبعین آج بھی اسے اسلامی توحید کا مغز قرار دینے پر مصر ہیں۔بنیادی طور پر وحدت الوجود کا تصور قدیم ہندو ویدانتی نظریے اور یونانی اور پھر فلاطینوسی نظریات سے اخذ شدہ ہے جسے اسلامی لباس پہنانے کی کوشش کی گئی۔

وحدت الوجود (Unity Of Existence) کا مطلب ہے وجود کا ایک ہونا۔حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت فی الوجود کی اصطلاح استعمال کی جسے بعد میں ان کے متبعین اورفصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے شارحین نے وحدت الوجود کے نام سے بدل دیا اور اب یہ اسی اصطلاح سے معروف ہے۔صوفیاء کے نزدیک اس کائنات میں حقیقی وجود صرف ایک ہے اور وہ خدا کا وجود ہے باقی سب وجود ظلی اور اعتباری ہیں۔جس طرح انسان یا کسی مادی جسم کا سایہ ہوتا ہے جس کا اپنا ذاتی اور حقیقی وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ اس وجود کا مرہون منت ہے جو اس سائے کی وجہ ہے۔اسی طرح اس کائنات میں ہر چیز خدا کی وجہ سے قائم ہے اس کا اپنا علیحدہ کوئی وجود نہیں۔اسی کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔لیکن یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں جتنا نظر آتا ہے۔یہ اتنا مشکل، گھمبیر اور نازک ہے کہ اگر تھوڑی سی بھی لغزش ہو جائے تو اس کی سرحدیں واضح طور پر کفر اور شرک سے ملتی نظر آتی ہیں۔اگر اس کی تشریح ہمہ اوست (سب کچھ خدا ہی ہے) سے کی جائے تو یہ Pantheism ہے جو کہ کھلا کفر اور شرک ہے۔اس کے مقابل ہمہ از اوست (سب کچھ خدا کی طرف سے ہے) کی اصطلاح بھی بڑی مقبول ہے جسے وحدت الشہود کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو اسلام میں مسئلہ وحدت الوجود کا بانی سمجھا جاتا ہے۔یہ بات درست نہیں۔ابن عربی سے پہلے بھی بہت سے مسلمان مفکرین اور صوفیا بظاہر اس کے قائل رہے ہیں (مثلاً منصور حلاج کا نعرہ انا الحق اور بایزید بسطامی کا قول سبحانی ما اعظم شانی) مگر جس وضاحت سے اور شرح و بسط سے ابن عربی نے اسے ایک باقاعدہ نظام کے طور پر متعارف کروایا اور اس کا پرچار کیا اس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔محی الدین ابن عربی کی ذات اس نظریے کی وجہ سے بڑی متنازعہ رہی ہے۔ایک طرف انہیں کافر، ملحد، گمراہ اور مشرک تک کے القابات سے نوازا گیا تو دوسری طرف انہیں شیخ اکبر کا خطاب دیا گیا اور علماء اور صوفیا کا ایک جم غفیر ہے جو ان کے آستانے پر اپنا سر تعظیم وعقیدت سے جھکائے کھڑا ہے۔دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث سبھی اس میخانے کے مے خوار نظر آتے ہیں۔مسئلہ وحدت الوجود صوفیا کا پسندیدہ مسئلہ ہے اور صدیوں تک اس نے مسلمان اکابرین اور علماء و شیوخ کے ذہنوں پر راج کیا ہے۔بدقسمتی سے اسے اسلام کی تعلیمات کا حصہ سمجھ لیا گیا اور صدیوں تک اس کے حق اور مخالفت میں بحثیں، مناظرے اور لڑائی جھگڑے ہوتے رہے ہیں۔امام ابن تیمیہ اس کے شدید مخالفوں میں شامل تھے انہوں نے ابن عربی پر کفر کا فتویٰ لگایا اور شرعی زبان میں جو بڑی سے بڑی گالی ہوسکتی تھی وہ انہیں دی۔دوسرا بڑا نام حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا ہے جنہوں نے وحدت الوجود کے نظریے کو باطل قرار دے کر اس کے مقابل پر ہمہ از اوست کا نظریہ پیش کیا جسے وحدت الشہود کہا جاتا ہے۔صرف صوفیاء اور علماء ہی اس کی زد میں نہیں آئے بلکہ اردو، عربی، فارسی اور پنجابی کے بے شمار شعراء پر بھی وحدت الوجود کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔وحدت الوجود کا رنگین نظریہ جب شاعروں کے ہتھے چڑھا تو انہوں نے وہ گل کھلائے کہ الحفیظ و الامان۔

مسئلہ وحدت الوجود کے بارہ میں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ یہ کوئی ایمانی، اعتقادی یا شرعی مسئلہ نہیں بلکہ یہ صرف اور صرف ایک نظریہ ہے اور ایک فلسفہ ہے۔بعض علماء اور مؤرخین اور شارحین تو اسے تصوف کا حصہ ماننے سے بھی انکار کرتے ہیں۔بہرحال اس مسئلے نے مسلمان علماء اور صوفیاء اور شیوخ کو جس شدت سے اپنے حصار میں لیا ہے شائد کسی اور مسئلے نے اس شدت سے عوام و خواص کو اپنی گرفت میں نہیں لیا۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اُس کی زُلفوں کے سب اسیر ہوئے

اصل بات یہ ہے کہ نظریہ وحدت الوجود کا ہمہ اوست تصور ایک ایسی سرشاریت ہے کہ بقول علامہ اقبال جو ایک بار ابن عربی کے چنگل میں پھنس گیا اُس کا نکلنا محال ہے۔انسان جب اپنے آپ کو خدا کا جزو سمجھنے لگ جائے تو پھر اس مقام سے نیچے اترنا اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

اسلام کا تصور توحید

وحدت الوجود پر بات کرنے سے قبل یہ انتہائی ضروری ہے کہ توحید حقیقی کے اسلامی تصور کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تا کہ قاری کو یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے کہ نظریہ وحدت الوجود توحید کی حقیقی روح سے کس طرح متضاد اور مخالف ہے۔

1.خدا وحدہٗ لاشریک ہے

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۲﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۳﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۵﴾

(الاخلاص)

تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔اللہ بے احتیاج ہے۔نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

2.معبود حقیقی صرف اللہ ہے

وَ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ

(البقرہ: 164)

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔کوئی معبود نہیں مگر وہی رحمان (اور) رحیم ہے۔

ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ فَاعۡبُدُوۡہُ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ

(الانعام: 103)

یہ ہے اللہ تمہارا رب۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ہر چیز کا خالق ہے۔پس اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔

3.خدا اس جہان کا خالق ہے

ہُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ؕ

(الحشر: 25)

وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا۔پیدائش کا آغاز کرنے والا اور مصور ہے۔تمام خوبصورت نام اسی کے ہیں

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ

(الملک: 3)

وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔

الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

(الملک: 4)

وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو طبق در طبق پیدا کیا۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡہِبۡکُمۡ وَ یَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ

(ابراہیم: 20)

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اگر وہ چاہے تو (اے انسانو!) تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔

4.خدا عدم سے پیدا کر سکتا ہے

اَوَ لَا یَذۡکُرُ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰہُ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ یَکُ شَیۡئًا

(مریم: 68)

تو کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اُسے پہلے بھی اس حال میں پیدا کیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔

وَ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ وَ لَمۡ تَکُ شَیۡئًا

(مریم: 10)

اور یقیناً میں تجھے بھی تو پہلے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تو کچھ چیز نہ تھا۔

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

(الانعام: 102)

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا عدم سے پیدا کرنے والا ہے۔

5.خدا ہر چیز پر قادر ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

(البقرۃ: 21)

یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ

(الملک: 2)

پس ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس کے قبضۂ قدرت میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

(البقرۃ: 118)

اور جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ اُسے محض ''ہو جا'' کہتا ہے تو وہ ہونے لگتا ہے اور ہو کر رہتا ہے۔

6.خدا بے مثل ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

(الشوریٰ: 12)

اُس جیسا کوئی نہیں۔

7.خدا کے علم کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا

(طٰہٰ: 111)

وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے جبکہ وہ اس کا علم کے ذریعہ کوئی احاطہ نہیں کر سکتے۔

8.ظاہری آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھا جا سکتا

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

(الانعام: 104)

آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

9.خدا ربّ العلمین، رحمٰن، رحیم اور مالک یوم الدین ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾

(الفاتحۃ: 2-4)

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔

10.روح مخلوق ہے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۶﴾

(بنی اسرائیل: 86)

اور وہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا۔

11.مادہ مخلوق ہے

خدا تعالیٰ کی صفات علیم، مالک، قادر اور رحیم ثابت کرتی ہیں کہ مادہ مخلوق ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ''ہستی باری تعالیٰ'' از حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ صفحہ 176 تا 181)

خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ کائنات خدا کی صفت خالقیت کی مظہر ہے۔ کائنات اپنے حقیقی وجود کے ساتھ خارج میں موجود ہے۔ خدا اپنی صفات کے ساتھ ازلی اور ابدی ہے۔ کائنات کا خدا تعالیٰ سے تعلق عینیت کا نہیں بلکہ غیریت کا ہے۔ خدا اپنی قدرت اور ارادے سے جب چاہے کوئی بھی شے عدم سے وجود میں لا سکتا ہے۔ خدا کی قدرت اور اس کا ارادہ اس کے علم کے تابع نہیں۔ مادہ خدا کی مخلوق ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر یک چیز کو اٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اُس کو اٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اُس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین ہر چیز کا نور ہے اور ہر یک نور اسی کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتوہ ہے''

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20)

اب فلسفہ یونان اور مسلمان فلاسفہ کو پڑھنے سے پہلے حضرت اقدس کا یہ ارشاد بھی پڑھ لیں:

''یاد رکھو کہ انسان کی ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ ان دقیق در دقیق خدا کے کاموں کو دریافت کر سکے بلکہ خدا کے کام عقل اور فہم اور قیاس سے برتر ہیں اور انسان کو صرف اپنے اس قدر علم پر مغرور نہیں ہونا چاہئے کہ اس کو کس حد تک سلسلہ علل و معلولات کا معلوم ہو گیا ہے کیونکہ انسان کا وہ علم نہایت ہی محدود ہے جیسا کہ سمندر میں سے کروڑم حصہ قطرہ کا۔ اور حق بات یہ ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ خود ناپیدا کنار ہے ایسا ہی اس کے کام بھی ناپیدا کنار ہیں۔ اور اس کے ہر ایک کام کی اصلیت تک پہنچنا انسانی طاقت سے برتر اور بلند تر ہے۔''

''اگرچہ نادان فلاسفروں نے بہت ہی زور لگایا کہ زمین و آسمان کے اجرام و اجسام کی پیدائش کو اپنے سائنس یعنی طبعی قواعد کے اندر داخل کر لیں اور ہر ایک پیدائش کے اسباب قائم کریں مگر سچ یہی ہے کہ وہ اس میں ناکام اور نامراد رہے ہیں اور جو کچھ ذخیرہ اپنی طبعی تحقیقات کا انہوں نے جمع کیا ہے وہ بالکل ناتمام اور نامکمل ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکے اور ہمیشہ ان کے خود تراشیدہ خیالات میں تغیر و تبدّل ہوتا رہا ہے اور معلوم نہیں کہ آگے کس قدر ہوگا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23، صفحہ 280 تا 282)

مسئلہ وحدت الوجود کا پس منظر

وحدت الوجود کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخی حقائق کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا کہ اس کا اصل ماخذ کیا ہے اور اسلام میں اس کی در اندازی کیسے ہوئی۔ یہودیوں نے عزیر کو اور عیسائیوں نے مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا، ہندوؤں میں اوتار کا تصور، شنکر اچاریہ کا ادوئیت کا فلسفہ، بدھ مت میں نروان کا حصول اور جین مت میں بت پرستی دراصل وحدت الوجود اور حلول ہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ حلول سے مراد ہے ایک وجود کا دوسرے میں اس طرح سرایت کر جانا کہ کوئی فرق باقی نہ رہے۔ جیسے روح کا تعلق بدن کے ساتھ۔ وحدت الوجود کے مخالفین اور ناقدین اسے حلول ہی کی ایک شکل گردانتے ہیں۔ مگر وحدت الوجود کے حامی اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ حلول کے لئے دو وجودوں کا ہونا ضروری ہے جو ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں جبکہ شیخ اکبر کے فلسفہ وحدت الوجود کے مطابق کائنات میں خدا کے سوا کوئی دوسرا وجود موجود ہی نہیں۔ اور جب دوسرا وجود ہی نہیں تو حلول کیسے ممکن ہے؟ جو کچھ ہے وہ صرف ایک خیال ہے جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ اگر کائنات کا ایک حقیقی وجود مان لیا جائے تو ثنویت لازم آتی ہے اور یہ شرک ہے۔ (اس کی تفصیل ابن عربی کے باب میں آئے گی۔)

قرآن مجید حلول کے تصور کو کلیتہً رد فرماتا ہے۔ قرآن نے خدا اور انسان کی معیت اور قربت کی بات کی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ

(الحدید: 5)

اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

اسی طرح سورۃ بقرہ میں ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ

(البقرۃ: 187)

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔

تثلیث کے عقیدے کا رد سورت اخلاص میں اپنے انتہائی کمال درجے میں کر دیا گیا ہے۔ سورت توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

(التوبہ: 30)

اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ محض ان کے منہ کی باتیں ہیں۔

ہندوؤں میں Pantheism کا تصور پایا جاتا ہے جو وحدت الوجود ہی کی تشریح ہمہ اوست کا دوسرا نام ہے۔ (بعض محققین کے مطابق ہمہ اوست کا نظریہ ہندوؤں میں ہزاروں سال سے موجود ہے اور ابن عربی نے وحدت الوجود کا تصور ہندو فلسفہ الٰہیات سے ہی حاصل کیا ہے)۔ اس کے مطابق کائنات میں موجود ہر چیز خدا

کے وجود کا حصہ ہے اور اس بنا پر ہر شے الہامی ہے اور متبرک ہے۔ کرشنا، اوتار اور بھگوان سب ایک ہی ہیں۔ اسی نظریے کی بنیاد پر ہندو لاتعداد خداؤں کے بھی قائل ہیں اور ان کے بعض فرقے سورج، چاند، ستاروں اور آگ کے علاوہ درختوں، جانوروں، بتوں حتی کہ انسانوں کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ ہندو فلسفہ اور طرز زندگی بھی عجیب ہے اس میں توحید بھی پائی جاتی ہے اور صریح شرک بھی موجود ہے۔ وحدت الوجود بھی ہے اور وحدت الشہود کے ماننے والے بھی ہیں۔ Monism سے لے کر Pluralism اور Pantheism تک ہر چیز ہندو فکر و فلسفہ میں پائی جاتی ہے۔

یونانی فلسفہ اور وحدت الوجود

قدیم یونانی فلسفے کو عموماً تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:۔

i.پری سوکریٹیک فلسفہ:

800 -500 B.C.

(Pre Socratic Greek Philosophy)

ii.کلاسیکل یونانی فلسفہ:

500 – 323 B.C.

(Classical Greek Philosophy)

iii.ہیلینسٹک دور:

323 - 146 B.C.

(Hellenistic Period)

پہلا دور یونانی تاریک دور کے خاتمے یعنی آٹھ سو سال قبل مسیح سے لے کر پانچ سو سال قبل مسیح تک پھیلا ہوا ہے۔

دوسرا دور سقراط اور اس کے بعد (اسکندر اعظم کی وفات تک) کا عرصہ کلاسیکل یونانی فلسفے کا دور کہلاتا ہے۔

تیسرا دور اسکندر اعظم کی وفات سے لیکر روم کے یونان پر غلبے تک کا دور ہے۔ مگر یہ دور یہاں مکمل طور پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ رومن اور پھر اسلامی فلسفہ میں اپنے دیرپا اثرات کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

سقراط سے پہلے کے فلسفہ دانوں میں جو نمایاں نام ہیں ان میں Thales, Heraclitus, Pythagorus اور Parmenides شامل ہیں۔ کلاسیکل یونانی فلسفے کو عہد زریں کہا جاتا ہے۔ اس دور میں سقراط، افلاطون اور ارسطو وہ نام ہیں جو بلاشبہ دنیائے فلسفہ کے استاد مانے جاتے ہیں جنہوں نے مغرب اور مشرق کے فلسفہ دانوں کو یکساں متاثر کیا۔ اسلام کی ابتدائی چھ صدیوں کے بڑے فلاسفر (الکندی، فارابی، ابن سینا اور ابن رُشد) افلاطون اور ارسطو کے نظریات کو آگے بڑھاتے رہے اگرچہ مسلمان فلسفہ نے یونانی فلسفہ میں اپنے مذہبی اعتقادات کو شامل کر کے اسے دنیائے اسلام کے لئے قابل قبول بنانے کی بھرپور کوشش کی۔

فلسفہ یونان میں فلاسفی کی قریباً ہر شاخ پر طبع آزمائی کی گئی مگر مابعد الطبیعات (Metaphysics) میں جن دو موضوعات کو بڑی تفصیل سے زیر بحث لایا گیا ان میں Ontology یعنی وجود کی بحث اور Cosmology یعنی کائنات کے اسرار و رموز جاننے کا علم شامل ہیں۔ یونانی فلاسفران بنیادی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش میں سرگرداں رہے کہ وجود (Being) کیا ہے، اس کی تخلیق کب، کیسے اور کیوں ہوئی؟ اس تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ خالق کون ہے اور خالق و مخلوق کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ روح کیا ہے؟ جسم اور روح کا کیا تعلق ہے؟ موت کیا ہے؟ کیا موت کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ مادہ مخلوق ہے یا خدا کی طرح یہ بھی ازلی اور ابدی ہے وغیرہ۔ اس قسم کے لامتناہی سوالات ہیں جن کا جواب جاننے کی جستجو میں ہر دور کے فلسفہ دانوں نے اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق بڑی جدوجہد کی مگر یہ وہ سوالات ہیں جن کا حتمی جواب شائد فلسفہ کبھی نہ دے پائے گا۔

یہ غنیمت کہ اسرار ہستی سے ہم
بے خبر آئے ہیں بے خبر جائیں گے

کلاسیکل فلاسفی میں سب سے اہم سوال یہ رہا ہے کہ وجود کیا ہے اور Existence کیا ہے؟ جبکہ جدید فلسفہ میں Epistemology کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کہ علم کیا ہے؟ کثرت سے وحدت اور وحدت سے کثرت کا راز جاننے کی کوشش فلسفہ، مذہب اور سائنس میں ایک جیسی ہے۔

وجود کا مطلب ہے کسی چیز کا ہونا یا پایا جانا (الوجود شدن)۔

فلسفہ میں وجود کی بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1 - ناممکن الوجود: Impossible Being

2 - واجب الوجود: Possible Being

3 - ممکن الوجود: Contingent Being

ناممکن الوجود سے مراد ہے کوئی ایسا خیال جس کا وجود میں آنا ناممکن ہو مثلاً جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ عدم کا کوئی وجود نہیں اور یہ کبھی وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ واجب الوجود وہ ہے جو خود قائم ہو اور اسے اپنے وجود کے لئے کسی اور کی ضرورت نہ ہو۔ ممکن الوجود سے مراد وہ وجود ہے جو ممکن ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا اس کو وجود میں آنے کے لئے کسی اور واسطے کی ضرورت ہو۔ فلسفہ میں خدا کے لئے واجب الوجود (یا قدیم) اور مخلوقات کے لئے ممکن الوجود (یا حادث) کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ قدیم اور حادث کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ یہ سوال انتہائی بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ربط الحادث بالقدیم کی بحث ایک لامتناہی بحث ہے۔ (ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں والا معاملہ ہے)۔

یونانی فلسفے کا ذکر ہو اور عظیم معلم اخلاق، مفکر اور فلاسفر سقراط (Socrates) کا ذکر نہ آئے یہ ہو نہیں سکتا۔ اپنی سچائی اور حق پرستی کی وجہ سے ایتھنز کی عدالت سے سزائے موت پانے کے بعد زہر کا پیالہ پی کر ہمیشہ کے لئے امر ہو جانے والے سقراط کا کہنا تھا کہ روح کبھی نہیں مرتی اور جسم ایک فانی چیز ہے۔ انسان کو کبھی موت سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ اگرچہ سقراط کی کوئی تحریر موجود نہیں مگر اس کی سوچ، فکر، فلسفے اور تعلیم کو اس کے شاگرد افلاطون (Plato) نے آگے بڑھایا۔ مکالمات افلاطون کا بیشتر حصہ سقراط کے فلسفہ پر مبنی ہے۔ افلاطون نے کائنات کی حقیقت اور کثرت سے وحدت کی تلاش میں بڑا کام کیا ہے۔ اس نے 36 کتابیں تحریر کیں۔ اس کا سارا کام آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ اس کی سب سے اہم اور شہرہ آفاق کتاب The Republic ہے جس کا ترجمہ جمہوریت اور بعض نے ریاست کے نام سے کیا ہے۔ افلاطون دنیا کے اُن افراد میں شامل ہے جنہوں نے انسانی ذہن پر اپنے فلسفے کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اسے فلسفے کے طاقتور اور موثر ترین افراد میں شمار کیا جاتا ہے۔ افلاطون کے فلسفے کا ذکر کرنے سے پہلے ان چند یونانی فلاسفرز (سقراط کے علاوہ) کا ذکر کرنا ضروری ہے جن کی فکر اور فلسفہ افلاطون پر اثر انداز ہوا۔ ان میں Parmenides, Heraclitus اور Pythagorus (فیثا غورث) کے نام نمایاں ہیں۔

ہیراکلیٹس کہتا تھا کہ ہر چیز ایک مسلسل تبدیلی کے عمل سے گزر رہی ہے۔ کوئی چیز ساکن نہیں اور جو چیز ہر لحظہ تبدیل ہو رہی ہو اسے Define نہیں کیا جا سکتا مثلاً آپ ایک منٹ پہلے جو تھے وہ اب نہیں ہیں اور جو اب ہیں وہ ایک منٹ کے بعد نہیں ہوں گے۔ یعنی ہر چیز ہے بھی اور نہیں بھی۔ چنانچہ جو چیز مستقل نہ ہو وہ حقیقت نہیں ہوتی اور اس کے بارہ میں ٹھوس علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس اصول کے تحت ہیراکلٹس نے کہا کہ کائنات غیر حقیقی اور Unreal ہے اور وہ جو حقیقت ہے وہ کہیں اور موجود ہے۔

پارمینڈیز (Parmenides) کو Metaphysics کا استاد مانا جاتا ہے۔ اس نے ہیراکلیٹس کے بالکل اُلٹ نظریہ پیش کیا اور کہا کہ اس کائنات میں کوئی چیز حرکت میں نہیں بلکہ جامد و ساکن ہے اور جو بھی حرکت ہمیں نظر آتی ہے وہ نظر کا دھوکا ہے سراب ہے Illusion ہے۔ پارمینیڈیز کا کہنا تھا کہ تبدیلی Being اور Non Being کے Interaction کے بغیر نہیں ہو سکتی اور چونکہ Non Being (عدم) کا کوئی وجود نہیں اس لئے تبدیلی ناممکن ہے۔ اس کے فلسفے کے مطابق:

Whatever Is, Is And What Is Not Can Not Be.

یعنی جو ہے وہ ہے اور جو نہیں ہے وہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

دوسرے الفاظ میں عدم کا کوئی وجود سرے سے ہے ہی نہیں اس لئے عدم سے کوئی چیز وجود میں نہیں آ سکتی، Out Of Nothing, Nothing Comes اپنے اس نظریے کی بنیاد پر پارمینیڈیز نے کائنات کو ازلی اور ابدی قرار دیا اور جس مادے سے یہ کائنات بنی ہے اسے یعنی وجود (Being) کو واحد آخری سچائی اور حقیقت کے طور پر پیش کیا۔ چنانچہ پارمینیڈیز نے ''All Is One'' کہہ کر وحدت الوجود کا ابتدائی نظریہ پیش کیا۔ پارمینڈیز نے پہلی دفعہ عقل (Reason) اور حواس (Senses) میں تفریق کی اور بتایا کہ علم صرف عقل کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ حواس کے ذریعہ حاصل

کردہ علم فریب نظر اور غیر حقیقی ہوتا ہے۔ چونکہ حواس غیر معتبر ہیں اس لئے مظاہر ایک دھوکا اور فریب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں اس مکتبہ فکر کا نمائندہ شنکر اچاریہ تھا جس نے تمام مظاہر فطرت کو مایا یعنی فریب نظر قرار دیا۔

اب آئیں Pythagorus (فیثاغورث) کی طرف جسے ریاضی کا عظیم ترین استاد مانا جاتا ہے۔ اس نے کائنات کی اصل ریاضی کے اعداد (Numbers) کو بنایا۔ فیثا غورث کا کہنا تھا کہ کائنات کی سچائی ریاضی کے اصولوں پر قائم ہے مثلاً 2+2=4، کائنات میں جو مرضی تبدیلی ہوجائے دو جمع دو چار ہی رہیں گے۔ ریاضی کے اصول کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ وحدت سے کثرت کے بارہ میں اس کا نظریہ تھا کہ تمام اشیاء کی اصل واحد ہے۔ واحد سے اعداد نکلتے ہیں۔ عدد سے نقطے بنتے ہیں۔نقطوں سے خط بنتا ہے، خط سے سطح بنتی ہے۔ سطح سے جسم بنتا ہے جس کی ایک صورت جسم بھی ہے۔ فیثا غورث روح کی ابدیت کا بھی قائل تھا۔

افلاطون کا نظریہ
(Plato's Theory Of Forms)

جیسا کہ پہلے میں ذکر کر چکا ہوں کہ افلاطون فیثا غورث سے بہت متاثر تھا اور فیثا غورث کے نظریات کی بنیاد پر اس نے کائنات کی حقیقت جاننے کی کوشش کی۔ اسی طرح سقراط، ہیراکلیٹس اور پارمینیڈیز کے نظریات سے بھی استفادہ کیا۔ افلاطون نے نظریہ پیش کیا کہ اس کائنات کے علاوہ بھی ایک کائنات ہے جو کہ اصلی، حقیقی، لازوال اور ابدی سچائی پر مشتمل ہے جبکہ یہ کائنات جس میں ہم رہ رہے ہیں یہ غیر حقیقی، ہر لحظہ تبدیلی کے عمل سے گزرنے والی ہے اور اس کائنات کی کوئی بھی چیز آئیڈیل نہیں ہے۔ جبکہ اصل Reality کہیں اور موجود ہے۔ چنانچہ افلاطون نے کہا کہ اس کائنات میں پائی جانے والی ہر چیز اپنی اصلی، حقیقی اور مثالی شکل میں اُس دوسری کائنات میں موجود ہے جو غیر مادی، غیر حسّی ہے اور Absolute ہے۔

اس غیر حسی کائنات کو اس نے عالم مثال کا نام دیا۔جس طرح کسی چیز کا ایک سانچہ ہوتا ہے جو اصلی کہلاتا ہے جس کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی لاتعداد کاپیاں بنائی جاسکتی ہیں۔مثال کے طور پر اینٹیں بنانے سے پہلے اس کا ایک سانچہ تیار کیا جاتا ہے اور پھر اسی سانچے کی شکل اور مقدار کی بنیاد پر بے شمار اینٹیں بنالی جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح اس عالم حسی میں پائی جانے والی ہر چیز کا سانچہ غیر حسی اور غیر مادی دنیا میں موجود ہے جو مثالی ہے، اصلی ہے غیر مبدل ہے اور لازوال ہے۔ عالم حسی کے Objects عالم غیر حسی کی Imitations کے علاوہ کچھ نہیں اور یہ صرف علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں جن پر غور کر کے ہم حقیقت کا ادراک حاصل کر سکتے ہیں۔ افلاطون اپنے اس نظریے کی وضاحت اپنی کتاب The Republic میں ایک مثال کے ذریعہ کرتا ہے۔

غار کی مثال
Allegory Of A Cave

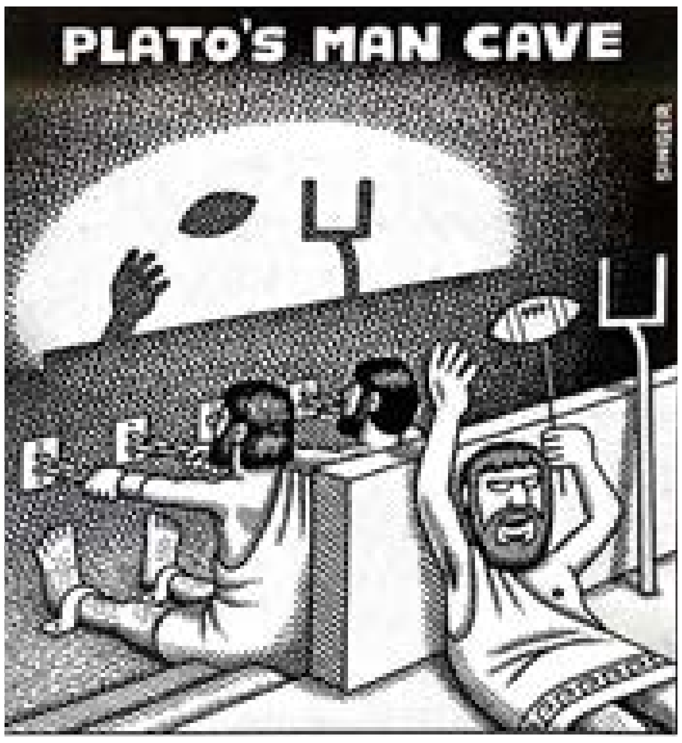

افلاطون ایک تصوراتی غار کا ذکر کرتا ہے جس میں کچھ لوگ غار کی اندرونی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں جن کے ہاتھ اور پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور وہ صرف سامنے والی دیوار کو ہی دیکھ سکتے ہیں۔ غار کے مُنہ سے روشنی سامنے والی دیوار پر پڑ رہی ہے اور جو کوئی شے غار کے مُنہ کے سامنے آتی ہے اُس کا سایہ سامنے والی دیوار پر پڑتا ہے۔ ان قیدیوں میں سے ایک شخص اپنی زنجیریں توڑنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور غار سے باہر آجاتا ہے۔ وہ رنگ برنگی چیزیں اور دوسرے انسان چرند پرند حیوان درخت وغیرہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ واپس غار میں جاکر قیدیوں کو اصل زندگی اور اصل دنیا سے آگاہ کرتا ہے مگر وہ ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ افلاطون نے کہا کہ ہم لوگ اس دنیا میں غار کے اُن قیدیوں کی طرح ہیں جو عقیدوں اور رسم رواج کی زنجیروں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور سایوں کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں جبکہ اصل حقیقت کچھ اور ہے اور اگر کوئی ہمیں اس سے آگاہ کرنے کی کوشش کرے تو ہم اسے پاگل اور باغی قرار دے کر سزا دیتے ہیں۔ اس مثال کے ذریعہ افلاطون نے اپنے استاد سقراط کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو بھی تمثیلاً بیان کر دیا۔حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے افلاطونی فلسفے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس دنیا کی ہر چیز کو غیر حقیقی، ظلی اور اعتباری قرار دیا اور افلاطون کے عالم مثال میں پائے جانے والے سانچوں (Ideas) کے مقابل پر اعیان ثابتہ کا تصور پیش کیا جس کی تفصیل میں ابن عربی کے ذکر میں بیان کروں گا۔

ارسطو کا نظریہ
(Aristotle Theory Of Forms)

افلاطون کا شاگرد اور اسکندر اعظم کا استاد ارسطو دنیائے سائنس اور فلسفہ کی وہ شخصیت ہے جس نے نہ صرف مغربی دنیا کے فلاسفروں کو بلکہ مذہبی رہنماؤں کو بھی اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ ارسطو کے نظریات کو عقیدے کی طرح مقدس سمجھا گیا اور اس کے مقابل پر اُٹھنے والی ہر آواز کو طاقت کے ذریعہ دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ خاص طور پر علم فلکیات اور زمین کے بارہ میں اس کے نظریات پر چرچ کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کی شخصیت پرستی نے سولہویں صدی عیسوی تک سائنس کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا تاوقتیکہ عظیم ریاضی دان نکولس کوپرنیکر نے ریاضی کے قطعی اصولوں کی بنیاد پر اس کے نظریات کو غلط ثابت کر کے دنیائے سائنس پر نئی سوچ اور ترقی کے دروازے کھول دیئے۔ Bruno, Galileo اور Newton نے علم فلکیات اور زمین کی ماہیت اور حرکت کو ثابت کر کے دنیا کو ارسطو کی شخصیت کے سحر سے آزادی دلائی۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ارسطو عظمت کے جس مینار پر کھڑا ہے وہ عظمت وشہرت کسی اور کو نہ مل سکی۔

ارسطو نے افلاطون کے کسی غیر حسی دنیا اور اس میں پائی جانے والی Forms کو مسترد کر دیا اور کہا کہ یہ مادی دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں یہی اصلی اور حقیقی دنیا ہے یہ کوئی خواب، سراب، دھوکا یا Illusion ہرگز نہیں اور کسی مابعد الطبیعاتی دنیا کا کوئی وجود نہیں۔ ارسطو نے اپنے استاد افلاطون کے بارہ میں کہا ’’افلاطون بے شک میرا دوست ہے اور سچائی بھی میری دوست ہے۔ مگر سچائی میرے نزدیک زیادہ دوست ہے۔‘‘ اس طرح ارسطو نے افلاطون کو سر کے بل کھڑا کر دیا۔ ارسطو کا کہنا تھا کہ Forms اور Substance ایک دوسرے سے علیحدہ Exist نہیں کرتے بلکہ Substance کے اندر ہی اُس کی Form موجود ہوتی ہے جو مختلف اندرونی اور بیرونی تبدیلیوں اور اثرات سے گزر کر اپنی آخری شکل اختیار کرتی ہے۔ ارسطو کا کہنا تھا کہ ہر تبدیلی کے پیچھے ایک Cause موجود ہوتی ہے جو اس تبدیلی سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور اس Cause کے پیچھے ایک اور Cause۔ اس طرح اگر اس سلسلہ کو Infinity تک لے جائیں تو ایک آخری ایسی قوت ملے گی جو ہر تبدیلی کی آخری اور Ultimate Cause ہے جو تمام سچائی کا منبع اور غیر متبدل ہے۔ ارسطو نے اسے Unmoved Mover کا نام دیا اور کہا کہ اسی طاقت کا نام خدا ہے۔ ارسطو کا کہنا تھا کہ وجود اور روح ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اور جب کوئی وجود ختم ہوتا ہے تو اس کی روح بھی اس کے ساتھ ہی مر جاتی ہے ختم ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے)

آج کی دعا

رَبِّ اَذْهِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِیْ

(تذکرہ:23ایڈیشن چہارم 2004ء)

اے میرے رب!مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ اور مجھے ایسا پاک کردے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکًا حَیْثُ مَا کُنْتُ

(تذکرہ:76، ایڈیشن چہارم 2004ء)

ترجمہ:اے میرے رب!مجھے ایسا مبارک کر کہ جس جگہ بھی میں بودوباش اختیار کروں، تیری برکت میرے ساتھ ہو۔

یہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کی حصولِ پاکیزگی وبرکت کی الہامی دعائیں ہیں۔

مرسلہ:مریم رحمٰن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

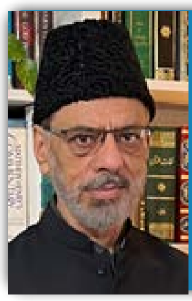

انصر رضا۔ واقفِ زندگی، کینیڈا

تیس جھوٹے دجّالوں والی حدیث اور علماء کی دھوکہ دہی

مخالفینِ احمدیت کی طرف سے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے رد میں ایک حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد تیس جھوٹے دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ، اُن کے بقول، سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی، نَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ، ان میں شامل ہیں۔ اس اعتراض کا کافی وشافی جواب خود سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرما چکے ہیں اور احمدیہ مسلم جماعت کے لٹریچر میں بھی اس کا جواب دیا جاچکا ہے۔ اس مضمون میں اس حدیث کے متعلق مخالفین علماء کا دجل وفریب بیان کیا جارہا ہے جسے وہ یوں پیش کرتے ہیں گویا اس مضمون اور الفاظ پر مشتمل یہ قطعی واحد حدیث ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تیس دجّالوں کی آمد کی خبر پر مشتمل یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب احادیث میں ہے۔

بخاری کتاب الفتن: اس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور اس میں ’’وَ أَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي‘‘ کے الفاظ نہیں ہیں۔

مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ: اس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور اس میں ’’وَ أَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي‘‘ کے الفاظ نہیں ہیں۔

ابوداؤد کتاب الفتن: اس کے راوی حضرت ثوبانؓ ہیں اور اس میں ’’وَ أَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي‘‘ کے الفاظ موجود ہیں۔

جامع ترمذی کتاب الفتن: اس میں یہ حدیث دو مرتبہ ہے۔ ایک کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور اس میں ’’وَ أَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي‘‘ کے الفاظ نہیں ہیں۔ جبکہ دوسری حدیث کے راوی حضرت ثوبانؓ ہیں اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔

ابن ماجہ کتاب الفتن: اس کے راوی حضرت ثوبانؓ ہیں اور اس میں ’’وَ أَنَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي‘‘ کے الفاظ نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر یہ حدیث پانچ کتب حدیث میں چھ مرتبہ بیان ہوئی ہے جس میں تین کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور تین کے حضرت ثوبانؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ کسی بھی حدیث میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں جبکہ حضرت ثوبانؓ کی روایت کردہ تین احادیث میں سے دو میں یہ الفاظ موجود ہیں اور ایک میں موجود نہیں ہے۔ گویا چھ میں سے چار احادیث میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ لیکن غیر احمدی علماء اصح الکتاب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری اور پھر مسلم کی احادیث کو چھوڑ کر اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے جیّد اور مستند راوی کو چھوڑ کر دوسرے درجہ کی کتب حدیث سے حضرت ثوبانؓ کی روایت کردہ حدیث کو پیش کرتے ہیں جن کی اپنی تین روایات میں سے ایک میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس تحقیق کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مخالفین علماء سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، نعوذ باللہ، دجّال کہتے کہتے خود دجّال یعنی دھوکہ باز بن گئے ہیں۔ مزید یہ کہ مندرجہ ذیل حوالے کے مطابق 895 ھ تک یہ تعداد پوری ہوچکی تھی۔

’’اس حدیث (یہاں تک کہ تیس جھوٹے دجال نہ مبعوث ہولیں جو رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کریں گے) کی صداقت ظاہر ہوچکی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے اب تک ان لوگوں کو اگر گنا جائے جنہوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو یہ تعداد پوری ہوچکی ہے۔‘‘

(اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم الجزء السابع صفحہ 257۔ از امام ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی سنۃ 895ھ؛ المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ۔ تالیف العلامۃ احمد بن محمد القسطلانی المتوفی 943ھ الجزء الثالث۔ صفحہ 574)

لہٰذا یہ حدیث اپنی ذاتی حیثیت اور انفرادیت میں بھی مخالفین احمدیت کے کام نہیں آسکتی اور ان کا یہود ونصاریٰ کی پیروی میں کتمانِ حق گناہِ بے لذّت کے سوا اور کچھ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ!

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات ... از صفحہ 4

اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا (بنی اسرآءیل:59) کوئی ایسا گاؤں نہیں مگر روز قیامت سے پہلے پہلے ہم اس کو ہلاک کر کے رہیں گے یا اس کو سخت عذاب دیویں گے قرآن میں یہ ایک پیشگوئی ہے۔

فرمایا کہ:۔ یہ اب پنجاب پر بالکل صادق آرہی ہے بعض گاؤں تو اس سے بالکل تباہ ہوگئے ہیں اور بعض جگہ بطور عذاب کے طاعون جاکر پھر ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 142 ایڈیشن 2016ء)

خوف الٰہی اور تقوی بڑی برکت والی شے ہے انسان میں اگر عقل نہ ہو مگر یہ باتیں ہوں تو خدا اسے اپنے پاس سے برکت دیتا ہے اور عقل بھی دے دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (الطلاق:3) اس کے یہی معنے ہیں کہ جس شے کی ضرورت اسے ہوگی اس کے لیے وہ خود راہ پیدا کردے گا بشرطیکہ انسان متقی ہو لیکن اگر تقویٰ نہ ہوگا تو خواہ فلاسفر ہی ہو وہ آخر کار تباہ ہوگا۔ دیکھو کہ اسی ہندوستان پنجاب میں کس قدر عالم تھے مگر ان کے دلوں میں اور زبانوں میں تقویٰ نہ رہا۔ محمد حسین کی حالت دیکھو کہ کیسی گندی اور فحش باتیں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھتا رہا۔ اگر تقویٰ ہوتی تو وہ کب ایسی باتیں لکھ سکتا تھا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 306 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

پنجاب کی سرزمین نرم ہے۔ ان لوگوں میں وہ شور اور شرارت نہیں ہے۔ جو ہندوستانیوں میں ہے۔ ہندوستانیوں نے غدر کر دیا تھا مگر پنجابی گورنمنٹ کے ساتھ تھے۔ ہمارے مرزا صاحب نے بھی پچاس گھوڑے اس وقت مدد کے لئے گورنمنٹ کو دیئے تھے۔

پنجابیوں نے جس قدر مجھے قبول کیا ہے۔ ہندوستان کو ابھی اس سے کچھ نسبت ہی نہیں۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 154 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اس کے بالمقابل پنجاب میں بڑی سعادت ہے۔ ہزارہا لوگ سلسلہ حقہ میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پنجاب کی زمین بہت نرم ہے اور اس میں خدا پرستی ہے۔ طعن وتشنیع کو برداشت کرتے ہیں مگر یہ لوگ بہت سخت ہیں جس سے اندیشہ ایسے عذاب الٰہی کا ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے کیونکہ جب کوئی مامور من اللہ اور ولی اللہ آتا ہے اور لوگ اس کے درپئے ایذا اور توہین ہوتے ہیں تو عادت اللہ اسی طرح واقع ہے کہ بعد اس کے ایسے شہر اور ملک پر جو سرکش اور بے ادب ہوتا ہے ضرور تباہی آتی ہے۔ پنجاب میں اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ وہ لوگ خدا تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں اور خدا تعالے کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کثرت سے پنجابیوں کا ہماری طرف رجوع ہو رہا ہے کہ بعض اوقات ان کو ہماری مجالس میں کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ملتی۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 168-169 ایڈیشن 1984ء)

(جاری ہے)

چھوٹی مگر سبق آموز باتیں

جینے کا ایک گُر

ہمارے معاشرے میں اکثر گھروں میں کئی مائیں اپنے تجربات کو لے کر بچپن سے ہی سسرال کے مظالم کا خوف دلا کر بچیوں کو بڑا کرتی ہیں۔ اس انجانے خوف کی وجہ سے کئی بچیاں نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوکر کئی طرح کے ری ایکٹو (Reactive) طرز عمل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ صورت حال ہر جگہ ایک جیسی ہی ہو اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ بچیوں کو پُر اعتماد بنائیں، خوف خدا، سچائی، تقویٰ اور بزرگوں کی عزت سکھانے کے ساتھ اپنی عزت اور حق کے لیے صحیح معنوں میں آواز اٹھانا سکھائیں۔ اچھی تعلیم اور اچھے برے کا شعور اعتماد وقار کے ساتھ جینے کا ایک گُر ہے۔

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

12 جنوری 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:40	17:57
مدینہ منورہ	05:45	17:52
قادیان	06:03	17:44
ربوہ	05:43	17:24
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:33	16:20